احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اتحادِ مسلم

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ ۔

ترجمہ : حضرت ابو موسیٰؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ایسا ہی سہارا ہے جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا ہوتی ہے ۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرکے دکھایا ۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان قوم کی مثال ایک جسم کی مانند ہے جس کے اعضا تمام مسلمان ہیں اور فطرتاً خاصہ یہ ہے کہ ایک عضو کے درد سے سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے ۔ ایسے ہی ایک فرد کی تکلیف سے ساری جماعت بے قرار ہو جاتی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے ایسے ہو پھر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا ۔

اس حدیث میں مسلمانوں کے آپس میں ربط ضبط کی ایک دوسرے انداز میں تصویر کھینچی گئی ہے ۔ ارشاد ہے کہ اینٹ ، پتھر ، مسالہ وغیرہ اگر الگ الگ پڑے ہوں تو چاہے ان کی تعداد کتنی ہی ہو وہ کسی کام کے نہیں ۔ ہاں ، اگر ان کو ترتیب سے جوڑ کر کھڑا کر دیا جائے ، اور ایک اینٹ کو دوسری اینٹ کے ساتھ مضبوط مسالے سے پیوست کر دیا جائے تو ایک عمارت کھڑی ہو جاتی ہے ۔ جس میں ہر شخص پناہ لے سکتا ہے ۔ یہ عمارت کیسے بنی اینٹ ، پتھر ، ستون ، لکڑی کے شہتیر ، چونا ، سیمنٹ وغیرہ الگ الگ پڑے تھے اور شاید صرف اس کام کے سمجھے کہ ان سے سر پھوڑ جائے لیکن کاریگر معمار نے ان کو ترتیب سے جوڑ دیا اور ہر چیز کو اس کی جگہ رکھ کر مسالہ سے پکی کر دیا ۔ تو اب یہ سب متفرق اجزا ایک دوسرے کو قوت پہنچاتے رہیں گے عمارت برقرار رہے گی اور جب ان کی باہمی قوت میں خلل آ گیا تو عمارت کمزور ہونی شروع ہو جائے گی اور وقت پر خبر نہ لی گئی اور مناسب مرمت نہ کی گئی تو ایک روز پوری عمارت گر پڑے گی ۔ اسی طرح آدمی تتر بتر پڑے تھے ۔ اللہ عزّ و جلّ نے انہیں جوڑنے کے لیے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ۔ اور کہا کہ انہیں دین کے مسالے سے جوڑ کر ان سے ایک مضبوط عمارت کھڑی کر دو تاکہ یہ ایک دوسرے کے لیے تقویت کا ذریعہ بن جائیں اور انسانی جماعت ایک مضبوط عمارت کی طرح قائم ہو جائے ۔ جسے حوادث کا طوفان اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے ۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب یہ آپس میں سب جڑ کر ایک دوسرے کو اپنی بساط کے مطابق تقویت پہنچاتے ہیں ۔

آتی ہے !

- ⊙ عیاشی سے مفلسی ——————
- ⊙ جہالت سے بے دینی ——————
- ⊙ کفایت شعاری سے راحت ——————
- ⊙ بدپرہیزی سے بیماری ——————
- ⊙ مشورہ کے بغیر ندامت ——————
- ⊙ دستِ سوال میں ذلّت ——————
- ⊙ بے ادبی میں بدنصیبی ——————
- ⊙ مداومتِ عمل سے استقامت ——————

(حدیث و آثار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خُدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۱ —— شمارہ نمبر ۴۷

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر:

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

[illegible]

بدل اشتراک

سالانہ ۳۵ —— ۰۰

ششماہی ۱۸ —— ۰۰

سہ ماہی ۹ —— ۵۰

فی پرچہ ۰ —— ۷۵

سیرت کانگریس سے شعائر اسلامی کی توہین تک!

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اور پھر یہ بھی واضح ہے کہ اب تک جن جن لوگوں نے ملک میں کوئی بھی قدم اٹھایا تو وہ محض اسلام کے نام پر — کیونکہ اس کے بغیر کسی کی بھی گاڑی کا چلنا مشکل تھا۔

مسٹر بھٹو طویل عرصہ تک ایوبی آمریت کے دست و بازو رہے اور جب وہاں سے رخصت ہوئے یا کئے گئے تو انہوں نے پیپلز پارٹی کے نام سے نئی جماعت بنائی جس کی بنیاد تین نعرے قرار پائے جن میں "اسلام ہمارا دین ہے" بھی شامل تھا۔ چنانچہ جب وہ مخصوص تکنیک کو بروئے کار لا کر ملک کے سیاہ و سفید کے مالک قرار پائے تو مکمل آئین کی ترتیب و تدوین کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ وہ جس قسم کا آئین چاہتے تھے اس کا اندازہ ان کی سوچ اور ان کی منفی اقدامات سے ممکن ہے لیکن حزب اختلاف کے چند جی دار ممبروں کے ڈٹ جانے کے سبب انہیں کچھ نہ کچھ کرنا پڑا۔ جس کے نتیجہ میں ایک ایسا آئین بنا جس پر اگر دیانتداری سے عمل کیا جائے تو بقول قائد جمعیۃ مفتی محمود اسلامیت، وفاقیت اور جمہوریت کے تقاضے اس سے پورے ہو سکتے ہیں۔ لیکن عمل نہ کر کے بھی بھٹو صاحب اور ان کے حواری دنیا کو یہ باور کراتے ہیں کہ اسلام کا ہم سے بڑا خادم دنیا میں اور کوئی نہیں اور اس سلسلہ میں جو چیزیں بطور ثبوت پیش کی جاتی ہیں ان میں اسلامی سربراہی کانفرنس، مسئلہ قادیانیت کا حل اور سیرت کانگریس جیسے اقدامات شامل ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اس قسم کے اقدامات اسی دور میں ہوئے ہیں لیکن اگر حقائق کا تجزیہ کیا جائے۔ تو ——

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو اپنے حسن پہ کتنا غرور تھا

والی بات ہوگی۔

ابھی پچھلے ماہ جو بین الاقوامی سیرت کانگریس منعقد ہوئی اور جس کے اجلاس پشاور، اسلام آباد، میرپور، لاہور، کوئٹہ، کراچی وغیرہ میں منعقد ہوئے۔ اس میں وزیراعظم سمیت حکومتی اہلکاروں نے بڑی شد و مد سے اپنی "اسلامی خدمات" کا ذکر کیا اور بعض دوسرے ممالک سے آنے والے قابل احترام مندوبین نے بھی اس قسم کی باتیں ارشاد فرمائیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضرت بھٹو صاحب کی "اسلامی خدمات" سے بہت متاثر ہیں۔

اس سیرت کانگریس میں تقریریں ہوئیں، کچھ سفارشات ہوئیں۔ وغیرہ ذالک۔ لیکن ہنوز ان کی سیاہی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ وزیراعظم اپنے دَورِ اقتدار کے طویل دورہ پر بدقسمت مظلوم خطہ بلوچستان میں تشریف لے گئے۔ وہاں کوئٹہ میں اپنی پارٹی کے کنونشن سے خطاب کیا۔ اس خطاب کی ایک نشست میں پردہ جیسے قرآنی حکم کو جس طرح استحصال کی دوسری شکل قرار دیا۔ اور پردہ کو جیل سے تعبیر کیا۔ نیز اس حکم ربانی کو اسلامی مساوات اور انقلاب کے منافی قرار دیا اس پر ہر باغیرت پاکستانی کی گردن شرم و ندامت سے جھک گئی۔ کیونکہ یہ الفاظ کسی ایرے غیرے کے منہ سے نہیں نکلے بلکہ ان کا کہنے والا ملک کا وزیراعظم ہے جو گویا دنیا میں کسی ملک کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ بھٹو صاحب کی اس تقریر کو جب اقوام عالم پڑھیں گی تو وہ ہمارے دینی جذبات اور مذہبی تشخص کے متعلق کیا رائے قائم کریں گی؟!

کس قدر بدبختی کا مقام ہے کہ ان گنت قربانیوں کے بعد اسلامی اقدار کی حفاظت کی خاطر معرض وجود میں آنے والے ملک کا وزیراعظم جو پارٹی منشور میں "اسلام ہمارا دین" کا نعرہ بڑے زور سے الاپتا ہے اور جو اپنے کو خدمت اسلام کا سب سے بڑا مدعی سمجھتا ہے، اس قسم کی باتیں کہے جو قرآن و سنت کے سراسر منافی ہوں جن سے بجا طور پر اسلام کے تمسخر کا پہلو نکلتا ہو۔

یہ بات ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ بھٹو صاحب کے

[illegible]
شخصی ... اور ... زندگی کو دانشوران فرنگ کی تقلید میں حقیقی انقلاب سمجھ لیا ہے۔ دانشوران فرنگ نے استاد ازل سے انقلاب کے یہ طور طریقے سیکھے اور ان پر عمل کیا بلکہ آج وہ سخت اضطراب و بے چینی کی فضا میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور آج وہ کسی ایسے "مسیحا" کی تلاش میں ہیں جو انہیں ان حالات سے نجات دلائے۔ ان کا تو یہ عالم ہو اور ہمارا یہ حال کہ ہم ان کی چچوڑی ہڈیوں کو حیات سمجھ کر ان سے غذائیت حاصل کریں؟ فیا للعجب۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جناب بھٹو کا یہ طرزِ عمل غلامی کے تاریک دَور اور حقیقی دینی تعلیم سے ناواقفیت کا شاخسانہ ہے۔ بہرحال ہم دل کی بات چھپانا نہیں چاہتے اور واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مسٹر بھٹو نے کوئٹہ میں جو کچھ کہا اور جو کچھ کیا اس سے پوری ملت اسلامیہ پاکستانیہ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوئی ہے اور خدا کی گرفت کے جو خطرات و اقعات ہیں کہ منڈلا رہے ہیں اس کا باعث اس قسم کی لن ترانیاں ہیں۔

جناب بھٹو اگر اپنی ذات کا تحفظ چاہتے ہیں ملک و ملت کی سلامتی ان کے پیش نظر ہے تو انہیں اپنے طرز عمل پر نظرثانی کرنی چاہیے اور اس افسوسناک روش پر سب سے پہلے خدا کے حضور معافی مانگیں اور پھر قوم سے!

اور یقین رکھیں کہ خدا قادر و قہار اپنے دین کی مظلومیت کا زیادہ دیر تماشہ نہیں دیکھے گا جتنی کچھ مہلت مل رہی ہے وہ سنبھلنے کی خاطر ہے ورنہ جو حشر بپا ہوگا اس کا اندازہ بھی مشکل ہے۔

خدا فہم صحیح نصیب فرمائے۔

"ہمیں مایوس نہ کرنا"

طالب علم برادری کی فعال تنظیم جمعیت طلبہ اسلام جو علماء حق کی سرپرستی کو اپنے لیے وجہ افتخار سمجھتی ہے کے متعلق پچھلے دنوں بعض ایسی خبریں سننے میں

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

خطبۂ جمعہ

ضبط و تحریر : ادارہ

وحی کے فیصلے ہی اصل ہیں

قائد حزب اختلاف مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب زید مجدہم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : لاسیما علٰی رسولہ المجتبٰی وعلٰی الٰہ وصحبہ ومن بھدیہ مقتدی ۔ امّا بعد : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ صدق اللہ العظیم ۔

برادرانِ محترم ! بزرگو ! اور عزیز بھائیو ! آج صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف بیت المقدس میں ، ان کی دست اندازی کے خلاف یوم احتجاج منایا جا رہا ہے ۔ اسی یوم احتجاج کے سلسلہ میں مَیں بھی کچھ عرض کروں گا ۔ اللہ تعالٰے نے واضح طور پہ یہ فرمایا ، مومنین سے خطاب کرتے ہوئے کہ :۔

" اے ایمان والو ! تم یہود اور نصارٰی کو دوست مت بناؤ (ان سے تعلقات مت رکھو) یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (یہود ، نصارٰی کے اور نصارٰی یہود کے دوست ہو سکتے ہیں ۔ الکفر ملۃ واحدۃ ، تمام کفر ایک ملت ہے لیکن وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے)

آگے بڑی شدید قسم کی سزا کا فیصلہ سنایا ۔ اس سے شدید وعید اور سخت دھمکی اور کیا ہو سکتی ہے ؟ فرمایا : " جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا " (وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ، جو تم میں سے ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا)

تو میرے محترم دوستو ! بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے یہود اور نصارٰی سے دوستی رکھنے سے منع فرمایا ۔ اور فرمایا ۔ جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا ــــ بات بالکل واضح ہو گئی ہے ۔ کہ مسلمانوں کا ، ملت اسلامیہ کے بڑے دشمن یہود اور نصارٰی ہیں ــــ پھر یہود کے بارے میں اور مشرکین کے بارے میں ایک اور جگہ ذکر کیا ہے :۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۔

کہ اے میرے پیغمبر ! آپ مومنین کے ساتھ سخت عداوت رکھنے والے کن کو پائیں گے ؟ یہود اور ان کو جو مشرک ہیں ۔

یہود مسلمانوں کے ساتھ عداوت رکھنے میں سب سے پیش پیش ہیں ۔ مشرکین بھی دشمن ہیں ۔ لیکن یہاں پہ اللہ میاں نے یہود کو مقدم رکھا اور مشرکین کا بعد میں تذکرہ کیا ۔

یہود کا مشرکین سے پہلے کیوں ذکر کیا ؟ اس لیے کہ ان کی عداوت مشرکین کے مقابلہ میں بھی سخت اور شدید ہے ۔ اس وقت یہود نے دنیا بھر سے اکٹھے ہو کر امریکہ اور مغربی ممالک کی سرپرستی میں عربوں کے درمیان اپنا ایک وطن بنا لیا ہے اور اس وطن کا نام انہوں نے رکھا ہے " اسرائیل " ۔ وہاں سے وہ پورے عرب کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں ۔ ہمارے عرب دوست مسلمان ملک ان سے اگرچہ عددی اعتبار سے بہت زیادہ ہیں ۔

اس وقت عربوں کی دس کروڑ آبادی ہے۔ اور اسرائیل کے یہود کی تعداد بیس پچیس لاکھ ہے۔ بیس پچیس لاکھ یہودی آج پوری عرب دنیا کو، دس کروڑ مسلمان آبادی کو چیلنج کرتے ہیں اور انہیں پریشان کئے ہوئے ہیں۔ آج بیت المقدس پر اور مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کا قبضہ ہے جو مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ تھا اور جہاں سے نبی کریم علیہ السلام کو معراج ہُوا تھا اس زمین پر آج یہودیوں کا قبضہ ہے۔ یہودی جرائد میں اسرائیلیوں نے یہ بار بار کہا ہے کہ صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا یہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ بھی ہمارا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ کہتے ہیں یہ یہودیوں کا علاقہ ہے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ اور خیبر کے یہودیوں کا یہ سارا علاقہ تھا مسلمانوں نے اس کو فتح کر لیا تھا۔ ہم اپنی اس زمین کو بھی واگذار کرائیں گے اور وہاں بھی اپنی یہودی حکومت قائم کریں گے۔ ان کے یہ بھی عزائم ہیں۔ اس وقت مسجد اقصیٰ میں، بیت المقدس کی اس عظیم مسجد میں وہ رد و بدل کر رہے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ اس کو اپنی مرضی اور اپنے مذہب کے مطابق عبادت خانہ بنا دیا جائے۔

حدیث میں آتا ہے جناب نبی کریم ؐ نے یہ فرمایا ہے کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ — کہ تم رختِ سفر مت باندھو، سفر مت کرو مگر تین مسجدوں کی طرف سفر کرو۔ ان تین کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر مت کرو۔

اس حدیث سے کچھ لوگ تو استدلال کرتے ہیں کہ کسی کی قبر کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ تم سفر مت کرو مگر تین مسجدوں کی طرف۔ چنانچہ وہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مزار اقدس کی طرف بھی سفر کرنے کو صحیح نہیں سمجھتے لیکن ہم ایسے نہیں ہیں لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ الّا الیٰ ثلٰثۃ مساجد۔ کہ تم سفر مت کرو مگر تین مسجدوں کی طرف۔ اس سے مراد مطلق سفر نہیں ہے۔ آخر تم تجارت کے لیے سفر کرتے ہو، عزیز و اقارب سے ملاقات کے لیے سفر کرتے ہو۔ بہت سے مقاصد جن کے لیے تم سفر کرتے ہو ان سے کسی کو بھی نہیں روکا گیا اور نہ ممنوع ہے۔ یہ اصل میں بحث مسجدوں کی ہے۔ الّا الیٰ ثلٰثۃ المساجد۔ یہ الّا استثنا ہے۔ لیکن کس سے استثنا؟ مسند احمد ابن حنبل میں یہی روایت موجود ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ لَا تشد الرحال الیٰ مسجد لِیُصَلّیٰ الا الیٰ ثلٰثۃ مساجد۔ کہ تم رخت سفر کسی مسجد کی طرف مت باندھو تاکہ اس میں جا کر نماز پڑھی جائے۔ مگر تین مسجدوں میں تم نماز پڑھنے کے لیے سفر کر سکتے ہو۔ یہ مسجدوں کا مسئلہ ہے۔ اور کسی مقصد کے سفر سے اس حدیث کا تعلق نہیں ہے۔ جب حدیث میں تصریح موجود ہے کہ تم کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے مت جاؤ مگر تین طرف۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں روئے زمین پہ تین مسجدیں ہیں صرف جن میں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ لاکھوں کا ہے اور باقی تمام مسجدیں ان تین کے سوا برابر ہیں۔ پھر اس کے لیے سفر کرنے کی کیا حاجت ہوئی۔ ایک شخص یہاں سے دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرتا ہے اس پر حضور علیہ السلام نے منع فرما دیا۔ کہ دہلی کی مسجد میں بھی نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا لاہور کی مسجد میں۔ لاہور کی جامع مسجد کا ثواب کوئی دہلی کی جامع مسجد سے کم تو نہیں۔ سب برابر کی مسجدیں ہیں۔ اور جو قریب ترین مسجد ہو اس میں نماز پڑھو اس کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ اگر تم قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دُور کی مسجد میں جاتے ہو۔ اس کی کیا حاجت ہے جب کہ سب کا ثواب برابر ہے۔ ہاں اگر تم نے سفر کرنا ہے تو وہ با مقصد ہونا چاہیے۔ ایسی مسجد کے لیے سفر کرو، جہاں جا کر ثواب بھی کئی گُنا ملتا ہو اور وہ صرف تین مسجدیں ہیں۔ بیت المقدس میں جو مسجد اقصیٰ ہے، مسجد نبوی مدینہ طیبہ کی اور مسجد حرام مکہ مکرمہ کی۔ یہ تین مسجدیں ایسی ہیں جن میں لاکھ کا ثواب ملتا ہے یا پچاس ہزار کا ثواب ملتا ہے یا دس ہزار کا ملتا ہے یا ایک ہزار کا ملتا ہے۔ روایتیں مختلف ہیں۔ سب سے زیادہ ثواب مسجد حرام میں، پھر مسجد نبوی میں اور پھر مسجد اقصیٰ میں۔ تو ان تین مساجد میں چونکہ ثواب بہت زیادہ ملتا ہے اس لیے ان کی طرف سفر کر کے اگر تم وہاں نماز

پڑھنے کے لیے جاتے ہو۔ تو اس کا فائدہ ہے اس لیے تم جا سکتے ہو۔ لیکن باقی مساجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے سفر کرنا یہ سفر بے مقصد ہو جاتا ہے اس لیے کہ یہاں کی مسجد کا ثواب بھی اتنا ہے جتنا وہاں کی مسجد کا ثواب ہے۔ تو وہ مسجد اقصیٰ جہاں پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے گئے تھے اور جب معراج کی رات آپؐ نے اوپر آسمانوں پہ جانا تھا۔ اس رات آپؐ نے وہاں پر تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ قرآن کریم میں یہ ذکر ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات خدا کی۔ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی (یعنی لے گئے) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ اور کون سی مسجد اقصیٰ۔ الذی بارکنا حولہ۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے اردگرد ہم نے برکتیں نازل کی ہوئی ہیں۔ وہاں پر لے گئے۔ اس لیے قرآن حکیم میں اس کا ذکر آیا۔ اس کی خبر دی گئی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانا شب معراج ہے۔ یہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تو مسجد اقصیٰ تک لے جانے کا انکار قرآن کریم کا انکار ہے۔ یہ تو لازماً ایمان کی شرط ہے۔ ہر مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا۔ اور اس کے بعد وہاں سے آپؐ کو اوپر اٹھا لیا گیا، جسد عنصری کے ساتھ۔ صرف روح کا معراج نہیں تھا کہ آپؐ کی روح پرواز کر رہی تھی۔ روحانی معراج نہیں تھا، منامی نہیں تھا، خواب میں نہیں تھا۔ بیداری کے عالم میں جسم اور روح کے امتزاج کے ساتھ جیسے زمین پر تھے اللہ تعالیٰ نے اسی جسم و روح کے امتزاج کے ساتھ اوپر اٹھا لیا۔ آسمانوں کی سیر کرائی۔ حدیث میں جو صحیحین کی روایت ہے (بخاری اور مسلم کی روایت ہے اس میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے کہ پہلے آسمان پر آپؐ کی ملاقات کون سے پیغمبر سے ہوئی۔ پھر دوسرے میں کس سے، تیسرے میں کس سے، چوتھے میں کس سے۔ پیغمبروں سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں اور اس کے بعد جب ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت ابراہیمؑ کی ملاقات ہوئی۔ حدیث شریف میں صراحتاً آسمانوں کی سیر کرنا ثابت ہے۔

تو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ جو آج یہود کے قبضہ میں ہے اس سے حضور علیہ السلام کو اٹھایا گیا۔ میں خود وہاں گیا ہوں۔ خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں نے اس میں نمازیں پڑھیں تو وہاں صخراء سے آپؐ کو اٹھا لیا گیا اور آسمانوں پہ پہنچا دیا گیا۔ یہ جسمانی معراج حضور علیہ السلام کو یہاں سے ہوا تھا۔ آج اس مقدس مقام پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔

تو میں نے کہا تھا کہ اوپر جانے کا کوئی انکار کر دے تو یہ مسئلہ اور ہے۔ لیکن مسجد اقصیٰ میں حضور علیہ السلام کا لے جایا جانا، اس کا کوئی انکار کر سکتا ہی نہیں۔ گنجائش ہی نہیں۔ ابوجہل نے انکار کیا تھا۔ جب حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپؐ نے مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کو بتایا کہ میں آسمانوں پر چلا گیا تھا۔ سارا واقعہ مسجد اقصیٰ کا، وہاں پر پیغمبروں کی امامت کا۔ اور اس کے بعد آسمانوں پر جانے اور پیغمبروں سے ملاقاتوں کا سنایا۔ ابوجہل بھی وہاں بیٹھا تھا اس نے بھی سن لیا۔ ابوجہل نے سوچا کہ بڑا اچھا موقعہ ہے لوگوں کو آپؐ سے منحرف کرنے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ گیا ہے۔ لوگ جب یہ بات سنیں گے تو لازماً آپؐ سے ہٹ جائیں گے اور ہم تو یہ پروپیگنڈا پہلے سے کرتے آتے ہیں (نعوذ باللہ) یہ دیوانہ ہے۔ اور آپؐ کی باتیں یہ جنون کی حالت کی باتیں ہیں، یہ بات سن کر کہ آسمانوں پر بھی کوئی جا سکتا ہے لوگوں کو آپؐ کے پاگل اور دیوانہ پن ہونے کا یقین ہو جائے گا۔ کون اس کو مانے گا؟

تو حضور علیہ السلام سے ابوجہل نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں مکہ مکرمہ کے تمام لوگوں کو اکٹھا کر لوں جب بھی ایک جلسہ عام میں آپؐ یہ باتیں کریں گے؟ معلوم ہوا کہ ابوجہل کی حکومت میں دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں تھی۔ جلسہ عام کی اجازت تھی۔ سب کو اکٹھا کیا گیا۔ مکے کے لوگ سارے اکٹھے ہوئے وہ تو بعد کی بات ہے۔ راستے میں جاتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔۔۔ ابوجہل نے ان سے یہ کہا کہ ابوبکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تم یہ بتاؤ کہ ایک آدمی اگر یہ کہتا ہے کہ میں اس جسم سمیت آسمانوں پہ چلا گیا تھا تو تم اس واقعہ کا یقین کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ بالکل نہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے عقل اس کو مانتی ہی نہیں، یہ بات تو عقل میں آتی ہی نہیں کہ ایک انسان اس جسم سمیت آسمانوں پہ چلا جائے۔

جب انہیں اس بات پر پختہ کر لیا تو پھر اس نے کہا کہ وہ تمہارے دوست جن کے لیے تم نے تمام برادری کو چھوڑا، سب سے الگ ہو گئے۔ ابھی ان سے سن کر آ رہا ہوں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں رات کو اس جسم سمیت آسمانوں پہ گیا تھا — تو ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اچھا، اگر وہ کہتے ہیں تو اٰمَنَّا بِہٖ وَصَدَّقْنَا۔ جبھی تو صدیق بنے۔ کہ اگر وہ فرماتے ہیں تو میرا اس پہ ایمان ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

یہاں ایک مسئلہ نکلتا ہے کہ وحی عقل کے مقابلہ میں فوقیت رکھتی ہے۔ عقل کے فیصلوں کو وحی سے توڑا جا سکتا ہے۔ انسان کی عقل ناقص ہے کبھی اس کا ادراک پورا نہیں ہوتا۔ نہ ہی انسان نہیں پہنچ سکتا۔ روزانہ ہمارے فیصلے بدلتے ہیں لیکن وحی چونکہ خدا کی خبر ہے اور خدا تو عالم الغیب ہے۔ حقیقت کا علم تو خدا کو ہوتا ہے۔ جب خدا خبر دیتا ہے تو وحی کو فوقیت ہوتی ہے۔ اور وحی کے ساتھ عقل کے تمام فیصلے ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ کن کا مذہب تھا، صدیق اکبرؓ کا۔ جب وحی کی بات ہوئی ان کی ہوئی۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ کہ وہ تو خواہش نفس سے بات کرتے ہی نہیں۔ وہ تو جو بات کہتے ہیں وحی ہوتی ہے جو اللہ کی جانب سے آتی ہے۔ وحی کو ترجیح دی عقل کے فیصلے پر — پہلے عقل کا فیصلہ تھا لیکن جب وحی آئی توڑ دیا۔ یہ ہے صدیق اکبرؓ کا مذہب۔ اور ایک دوسرا مذہب ہے کہ عقل کو وہ ترجیح دیتے ہیں وحی پر۔ اگر وحی کی بات بھی عقل کے مطابق نہ ہو۔ ان کے خیال میں تو وہ عقل کے فیصلے کو مقدم سمجھتے ہیں اور وحی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ دوسرا مذہب ہے، کس کا ابوجہل کا۔ ابوجہل نے حضور علیہ السلام سے خود بات سنی۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے خود بات سن کر پھر بھی عقل کے فیصلے کو اس نے مقدم رکھا، وحی پر عمل نہ کیا۔ تو یہ اختلاف اس وقت ہوا جب لوگ سارے اکٹھے تھے۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو بڑے متعجب ہوئے، سروں پہ ہاتھ رکھا، پریشان ہوئے کہ یہ بھی کوئی بات ہے کرنے کی۔ بعض لوگ اٹھے۔ انہوں نے چونکہ آسمانوں کو تو دیکھا نہیں تھا مسجد اقصیٰ کو دیکھا تھا، شام میں تجارت کے لیے جاتے رہتے تھے۔ تو انہوں نے کیا کیا علامات پوچھیں کہ بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کی علامات کیا ہیں؟ اس کے دروازے کتنے ہیں؟ شہتیر کتنے لگے ہوئے ہیں؟ اس قسم کی باتیں پوچھیں۔

اب دیکھئے! ایک شخص ایک مسجد میں جاتا ہے، ایک مکان میں جاتا ہے، نماز پڑھتا ہے۔ اس میں ٹھہرتا ہے۔ آپ یہاں آتے ہیں۔ آپ اگر اوپر نہ دیکھیں اور میں آپ سے پوچھوں کہ اس مسجد کے شہتیر کتنے ہیں تو آپ مجھے کیا بتا سکتے ہیں، اس کی کھڑکیاں کتنی ہیں، دروازے کتنے ہیں۔ آپ شمار کئے بغیر نہیں بتا سکتے، حالانکہ روزانہ نماز پڑھتے ہیں۔ تو بڑا مشکل سوال تھا۔ لیکن اللہ جب نبیؐ کے ساتھ ہوتا ہے تو کوئی مشکل مشکل نہیں ہوتی۔

صحیح مسلم کی روایت میں آتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ کہ اللہ نے میرے لیے بیت المقدس کو روشن کر دیا۔ پہلے پریشان ہوئے اور یقیناً پریشانی تو ہونی تھی۔ اور جب اللہ نے بتا دیا سامنے کر کے کہا کہ اب گن کے بتاتے جاؤ۔ تو حضور علیہ السلام دیکھ کر، گن گن کر بتاتے جاتے تھے۔ اللہ نے آپؐ کو غالب کیا۔

آج کل تو لوگ چاند پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کے فوٹو بھی آپ نے دیکھے ہوں گے۔ چاند سے پتھر بھی لائے ان کی بھی نمائش ہو رہی ہے۔ بہت سے ہمارے مسلمان کہتے ہیں کہ دیکھو یہ تو چاند پر چلے گئے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ چاند پر کوئی جا نہیں سکتا یہ کیسے پہنچ گئے۔ لیکن یہ کہنے والے بھی عجیب ہیں۔ بھائی! ہم کہتے تھے کہ انسان چاند پر جا سکتا ہے اور مخالف کہتے تھے کہ نہیں جا سکتا۔ وہ شکست کھا گئے اور ہم جیت گئے۔ اس واقعہ کے بعد ہم جیت گئے اور وہ ہار گئے۔ ہمارا عقیدہ یہ بھی تھا کہ حضور علیہ السلام جسد اطہر کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی جسد اطہر کے ساتھ آسمانوں پر زندہ موجود ہیں وہ بھی اوپر اٹھائے گئے ہیں — بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ تو بات ہماری ثابت ہو گئی ان کی بات ٹوٹ گئی۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس دن ہمیں جشن منانا چاہیے کہ چودہ سو سال کی لڑائی ہم جیت گئے اور تم لوگ احساس کمتری میں مبتلا ہو گئے اور کہتے ہو کہ دیکھو وہ چلے گئے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مسجد اقصیٰ بھی ایک مسجد ہے کہ جہاں پر حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تھے اور جہاں پر آپؐ نے وہاں سے معراج کی طرف قدم بڑھایا تھا۔ اور یہ مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ بھی ہے مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں یہ ہمارا قبلہ تھا اور کافی زمانے تک ہمارا قبلہ رہا۔ مکہ مکرمہ میں حضور علیہ السلام نماز پڑھتے تھے تو قبلہ اولیٰ کی طرف پڑھتے تھے اور مدینہ طیبہ میں جب آپؐ تشریف لائے تو صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد تقریباً سولہ سترہ مہینے آپؐ نے قبلہ اولیٰ کی طرف نماز پڑھی تھی۔ قبلہ اولیٰ مدینہ طیبہ سے سیدھا شمال کی طرف ہے۔ مدینہ طیبہ سے بیت المقدس، شام یہ سب شمال کی طرف ہیں۔ مکہ مکرمہ سیدھا جنوب کی طرف ہے۔ مدینہ طیبہ میں آج جو قبلہ ہے وہ جنوبیہ ہے۔ جنوب کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ عام مساجد کا محراب ادھر ہیں۔ خانہ کعبہ اس طرف ہیں اور فلسطین، شام، مسجد اقصیٰ شمال کی طرف ہے بالمقابل اس کے۔

تو سولہ سترہ مہینے آپ نے اس قبلہ اولیٰ کی جانب جو آج یہود کے قبضہ میں ہے مدینہ طیبہ میں بھی اسی کی جانب منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قبلہ بدل دیا۔ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا۔ یہ بے وقوف امراد یہودی ہیں، جس وقت قبلہ تبدیل ہو رہا تھا کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ پہلے تھے اب کس چیز نے ان کو واپس لوٹا دیا خانہ کعبہ کی طرف۔ تو جواب میں آپ فرمائیں قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے۔ اور حکم دے دیا اللہ نے فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کہ مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لو۔ شمال سے جنوب کی طرف پھر جاؤ۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ تم جہاں بھی رہتے ہو، جہاں بھی بستے ہو، اپنا منہ نماز میں مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ قبلہ تبدیل ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی۔ اس قبلہ کی طرف جو اب ہے۔ ایک صحابی یہاں سے گئے جہاں خندق ہے اس کے قریب ایک مسجد تھی وہاں لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ تو انہوں نے خبر دے دی کہ میں ابھی آ رہا ہوں حضور علیہ السلام کا قبلہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ وہ خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو وہ لوگ نماز میں یہ خبر سن کر پھر گئے اور سب نے نماز آدھی ادھر پڑھی اور آدھی ادھر۔ اس مسجد کا نام ہے مسجد القبلتین۔ کہ یہ وہ مسجد ہے جہاں دو قبلوں کی جانب ایک نماز پڑھی گئی۔ مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ، مسجد اقصیٰ جہاں سے حضور علیہ السلام کو معراج ہوا تھا۔ آج میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ مسجد اقصیٰ، قبلہ اولیٰ آپ کا یہودی کا مقبوضہ بن گیا، یہودیوں کی مقبوضہ مسجد بن گئی۔ یہ درحقیقت عرب مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے، ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ مساجد ثلثہ مسجد حرام، مسجد نبویؐ، مسجد اقصیٰ صرف عرب مسلمانوں کے لیے ہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہیں۔ اگر عرب مسلمان ان کے دلوں میں دھڑکن ہے، انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری مسجدوں پر ناجائز قبضہ کیا جا رہا ہے تو آپ کو کیوں محسوس نہیں

ہوتا۔ ہمارا بھی یہ قبلۂ اولیٰ ہے، ہمارے لیے بھی مقدس مسجد ہے، مسجد ثلاثہ میں سے ہے اور ہمارے پیغمبر خاتم النبیین محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے گئے۔ تمام پیغمبروں کو نماز پڑھائی اتنی متبرک جگہ وہاں یہودی ناجائز قبضہ کر لیں، ہم کس طرح سے اس کو تسلیم کریں، کیسے تسلیم کریں۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اس کو واگزار کرانے کے لیے اپنی تمام قوتوں کو استعمال کریں۔ تمام قوتوں کو استعمال کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمارے لیے یہ مقدس جہاد ہے لیکن ہم کیا کریں۔

میں نے ابتداء میں بھی عرض کیا تھا کہ ہم بھی کفار کے مقابلہ کے لیے اسلحہ فراہم کریں۔ اسلحہ فراہم کریں، اسلحہ فراہم کرنا ہمارا فرض ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں فرمایا۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ اللہ نے حکم دے دیا کہ تم اپنی استطاعت کے مطابق ان کے مقابلے میں اپنی قوت کو منظم کر لو، تیار کر لو۔ اور اس قوت سے مراد اسلحہ ہے۔ بظاہر تو اللہ نے فرمایا۔ مِّنْ قُوَّةٍ۔ لیکن اس قوت سے مراد اسلحہ تیار کرنا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے تفسیر فرمائی اس آیت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ هِيَ الرَّمْيُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ هِيَ الرَّمْيُ۔ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ هِيَ الرَّمْيُ۔ تین مرتبہ فرمایا۔ کہ دیکھو، سن لو، قوت سے مراد تیراندازی ہے۔ اس زمانے کا اسلحہ یہی تھا۔ اتنی بات اس سے ضرور ثابت ہوئی کہ اس قوت سے مراد اسلحہ فراہم کرنا ہے۔

آج بھی ملت کفر میں ایٹم بم بھی ہیں، ہائیڈروجن بم بھی ہیں لیکن تمام ملت اسلامیہ، تمام مسلمان ملک جن کی بڑی تعداد ہے۔ تقریباً ستر کروڑ ان کی آبادی ہے دنیا میں ستر کروڑ کسی بھی مذہب کے پیروؤں کی آبادی نہیں جتنی مسلمانوں کی ہے اور وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس دولت نہیں۔ آج دولت کی فراوانی ہے۔ عرب ملکوں کے پاس تیل کے خزانے ہیں، سیال سونا ان میں بہہ رہا ہے۔ آج برطانیہ، سوئٹزرلینڈ، دوسرے ملکوں کے بینک ان کے سونے سے چل رہے ہیں۔ آج اگر عرب ممالک اپنا سونا، اپنی دولت یورپ کے ملکوں کے بنکوں سے نکال کر باہر کر دیں تو ان کا دیوالیہ نکل جاتا ہے۔ تمہیں اللہ نے سونے کی دولت دی، تمہیں اللہ نے بڑی طاقت دی آپ کو اللہ نے پٹرول دیا۔ تیل کے چشمے دیے۔ جس کو آپ اسلحہ کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ دنیا نے دیکھا جب عربوں نے تیل کی سپلائی بند کر دی تو ایک کھلبلی مچ گئی۔ امریکہ سہم گیا سب سے بڑی طاقت جو اپنے آپ کو کہلاتا ہے۔ ڈر گیا۔ اسے جھکنا پڑا۔ عجیب بات ہے کہ تیل کے چشمے تمہارے پاس، دولت تمہارے پاس۔ لیکن اسلحہ نہیں، ایٹم بم نہیں۔ ابھی جو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اسرائیل کی جارحیت پر قرارداد پیش ہوئی تھی تو اس کو امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ ویٹو اس لیے کیا کہ ان کے پاس ایٹم بم ہے۔ دنیا میں جس کے پاس بھی ایٹم بم ہوتا ہے اسے سلامتی کونسل میں ویٹو کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہر فیصلے کو ویٹو کر سکتا ہے۔ آج چین ہے وہ بھی ویٹو کر سکتا ہے، فرانس بھی، برطانیہ بھی، روس بھی اور امریکہ بھی، یہ پانچ بڑی طاقتیں جو ایٹمی طاقتیں ہیں وہ بین الاقوامی فیصلوں پہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ تمام مسلمان ملکوں میں انڈونیشیا سے لے کر، ملائشیا سے لے کر چلے آؤ پاکستان، افغانستان، ایران، عراق، عرب کے تمام ممالک لیبیا تک، مراکش تک، الجزائر تک چلے آؤ کوئی بھی مسلمان ملک ایٹم بم نہیں بنا سکتا اور سارے مل کر بھی نہیں بنا سکتے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے انحراف وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کے عدم امتثال کی جو نحوست ہے وہ تمام ملت اسلامیہ پہ طاری ہو گئی ہے۔

یہ صرف اسرائیل نہیں، یہودی نہیں، یہودی کیا چیز ہیں۔ یہودیوں کے بارے میں تو اللہ نے فرما دیا — ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ان پر تو ذلت مسکنت لکھ دی گئی ہے۔ ذلت و مسکنت کی ان پر

مہر لگا دی گئی ہے۔ یہ ذلیل قوم ہے۔ اس کا کوئی مقام نہیں، کوئی چیز نہیں۔ جب ذلت کی مہر لگ گئی۔ تو آپ کو بھی شبہ ہوگا کہ قرآن نے تو کہا کہ ذلیل ہوں گے لیکن پھر بھی دندنا رہے ہیں۔

تو اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ یا تو اللہ کے ساتھ رسی جوڑ لیں یعنی مسلمان ہو جائیں۔ یا پھر لوگوں کے ساتھ رشتہ جوڑ لیں۔ انہوں نے امریکہ کے ساتھ رشتہ جوڑ لیا، یورپ کی طاقتوں کے ساتھ رشتہ جوڑ لیا، تو اس کو تو اللہ نے واضح فرما دیا کہ وہ خود کچھ نہیں ہوں گے۔ جب بھی آگے بڑھیں گے تو دوسروں کے سہارے، ان کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر آگے بڑھیں گے۔

تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری شکایت اسرائیل سے جتنی ہے اس سے کہیں زیادہ امریکہ سے ہے۔ امریکہ نے یہ ساری طاقت ان کو مہیا کی اور انہوں نے اپنے مفادات کی خاطر یہ سب کچھ کیا۔ آج امریکہ، برطانیہ، فرانس اور یورپی طاقتیں، وہ یہ چاہتی ہیں کہ ہم عرب عرب ممالک کے تیل کے ذخیروں کو مسلسل استعمال کریں۔ وہ صنعتی ملک ہیں۔ کارخانے چل رہے ہیں، اُن کے کارخانے بغیر تیل کے چل ہی نہیں سکتے۔ اس لیے عرب ممالک کے تیل کے چشموں پہ ان کی نظر ہے، ان کو استعمال کرنا اپنی زندگی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ کارخانے کیسے چلیں گے، وہ کیا کھائیں گے پھر، ان کی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ اس لیے وہ ان کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتے ہیں اور یہ کنٹرول اس وقت رہے گا جب تک مسلمانوں کی سیاسی قوت نہ ہو۔ وہ سیاسی طور پر بھی تمام مسلمان ملکوں کو مفلوج دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ مفلوج ہوں گے تو ان کے چشموں کو آزادی کے ساتھ استعمال کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عرب ملکوں میں کوئی کارخانہ نہیں ہے۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہیں۔ وہ یورپ کے، امریکہ کے محتاج ہیں۔ ان کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتے۔ اور میں کیا بتاؤں۔ انہوں نے جب ایک مرتبہ دیکھا کہ مصر کی حکومت آگے بڑھ رہی۔ کارخانے وہاں پر قائم ہوئے۔ صنعت کو فروغ ہوا اور صدر جمال عبدالناصر مرحوم نے ایک دن اعلان کیا اور وہ اعلان ۲۳ر جولائی کو کیا تھا۔ میں قاہرہ میں تھا اور میں نے خود اس کی تقریر سنی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ "آج ہم سوئی سے لے کر ہوائی جہاز تک ہر چیز خود بنائیں گے" یہ اعلان تھا اور یورپ نے جب یہ اعلان سنا، انہوں نے ناصر کو بھی ختم کرنے کے لیے کوشش کی۔ وہ بالکل قطعاً نہیں برداشت کر سکتے کہ عرب طاقتیں منظم ہوں۔ اور ان کو سیاسی قوت حاصل ہو۔ وہ جب بھی طاقتور بنتے ہیں، کچھ کارخانے بناتے ہیں، ادھر متوجہ ہوتے ہیں تو اسرائیل سے حملہ کرا کر درمیان سے ان کی ساری قوت کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔ تو سیاسی طور پر آپ آگے نہیں بڑھ سکے۔ اور انہوں نے امریکہ نے، یورپ نے عرب ملکوں کو عیاش بنانے کے لیے ساری سہولتیں مہیا کی ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ آج عرب ملکوں میں جاؤ۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ میں چلے جاؤ۔ ایک چھوٹے سے آدمی کے گھر میں چلے جاؤ۔ کیا ہے؟ وہاں پر ریفریجریٹر ہے، وہاں پر ائرکنڈیشنڈ ہے، یہاں تک کہ کپڑے نہیں دھوتے وہ لوگ مشین میں ڈال دیتے ہیں خود ہی دُھل جاتے ہیں، سوکھ جاتے ہیں۔ انہیں بیکار اور معطل کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ کوئی کام کرنے کے اہل نہیں رہے۔ اتنا ان کو عیاش بنا دیا ہے۔ موٹروں میں سوار ہیں۔ نئی نئی موٹریں ہیں۔ فری پورٹ ہر ایک آدمی کے پاس دولت کی ریل پیل ہے اس وقت۔ لیکن اگر آپ ان لوگوں کے علاقوں اور زمینوں کو دیکھیں تو بالکل دشت اور بیابان کے سوا آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ نہ باغ ہے نہ پانی ہے، نہ بیل ہیں، نہ ڈیم ہیں، نہ کاشتکاری ہے نہ زراعت ہے کچھ نہیں۔ تمام عرب ملکوں میں چلے جاؤ۔ کسی عرب ملک میں آپ کو کوئی باغ نہیں ملے گا۔ سارا دشت اور بیابان ہے۔ سب کا یہ حال ہے۔ چیزیں ان کو وہاں پر تیار ملتی ہیں۔ کارخانے کوئی نہیں، زراعت نہیں۔ تو اس طریقے سے وہ عرب ملکوں کو مفلوج بنا کر، ترقی سے روک کر تاکہ وہ کوئی محنت نہ کر سکیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہاں چند باغات بنائے گئے ہیں۔ مکہ اور جدہ کے درمیان ہیں، بحرہ

ایک جگہ ہے، بیچ وسط میں کچھ باغات وہاں بنائے ہیں ٹیوب ویل لگائے ہیں۔ میں وہاں گیا۔ تو اس میں تمام کام کرنے والے لوگ پنجابی تھے اور ایک دوسرے باغ میں سب یمن کے۔ یمنی اور پنجابی کے سوا وہاں کون کام کرتا ہے۔ ایک سعودی عرب کا باشندہ وہاں کام کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ وہ نہیں کام کر سکتے۔ انہیں سرے سے مفلوج بنا دیا گیا ہے تاکہ ہمیشہ یہ اس طرح رہیں اور ان کے تمام تیل کے ذخیروں کو ہم آزادی سے استعمال کر سکیں۔ ان کے پاس نہیں ہو گی۔ اسی وجہ سے یہ تیل کے چشموں کو امریکہ اور برطانیہ سے روک نہیں سکتے۔ جب اس سال تیل کی بندش کا مسئلہ آیا۔ انہوں نے تیل کو اسلحہ کے طریقہ پہ عربوں نے استعمال کیا۔ اور ان کو امریکہ نے دھمکی دی تو ان کے پاس اور کوئی علاج نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تیل کے چشموں کو تباہ کرنے کے لیے وہاں بم رکھ دیے ہیں۔ اگر امریکہ نے ادھر سے تھوڑی حرکت کی تو ہم تمام چشموں کو بموں سے اڑا دیں گے۔ یعنی ان کو روکنے کے لیے اور کوئی سیاسی ذریعہ نہیں۔ لڑائی نہیں لڑ سکتے۔ صرف یہ ہے کہ وہ چیز جس کو تم لینا چاہتے ہو، اس کو ہم تباہ کر دیں گے۔ اور یہ بھی کوئی علاج ہے کہ ہم تباہ کر دیں گے۔ تباہ کر دو گے تو تم بھی تباہ ہو جاؤ گے۔

غرض یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ کے ممالک کے حملہ سے تیل کو بچانے کے لیے سوائے تیل کو ضائع کرنے اور چشموں کو تباہ کرنے کے علاوہ اور کوئی قوت نہیں ہے۔ یہی حال ہمارے پاکستان کا ہے۔ عیاشیاں ہو رہی ہیں۔ کیا یہاں ایٹم بم بنا؟ ایٹم بم کیوں یہاں نہیں بنا۔ اور یہی حال سارے مسلمان ملکوں کا ہے۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسرائیل نہیں بلکہ اسرائیل کی پشت پر امریکہ ہے اور ہم اسرائیل کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ امریکہ کی بھی مذمت کرتے ہیں۔

میرے محترم دوستو! اسرائیل نے آج بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ پر جارحانہ تصرف کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ حکومتی سطح پر، عوام کی سطح پر تو ہم تیار ہیں جو قربانی ہم سے وہ طلب کریں فلسطینیوں کی امداد کے لیے اور ہم بیت المقدس کو واگزار کرانے کے لیے تمام خدمات پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ ہم سے نہیں حل ہو گا۔ ہمارا تعاون دعا کی حد تک بھی ہے اور اگر موقعہ دیا جائے تو ہم وہاں مقابلہ کرنے کے لیے بھی جا سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ حکومت کا ہے۔

ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت اس جنگ کو اپنی جنگ سمجھے اور جس طرح پاکستان کی مسلح افواج اپنے ملک کی حفاظت کے لیے استعمال ہوتی ہیں، مسجد اقصیٰ کی حفاظت کے لیے بھی ان کو استعمال کیا جائے اور کوئی فرق روا نہ رکھا جائے۔ آخر وہ مسجد اقصیٰ ہے۔ مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہیں۔ یہودیوں پر بھی اور ان کے دوستوں پر بھی ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو مسلمان ملکوں سے تمہارے تمام رشتے منقطع کر دیے جائیں گے۔

میں اپنی حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ اسرائیل کے بارے میں ویٹو پاور استعمال کرنے والی امریکی طاقت اس سے بھی تعلقات توڑ دیے جائیں، سفارتی تعلقات منقطع کیے جائیں، ہم بھوک سے مرنا پسند کر سکتے ہیں، ہم بھوک سے مرنے کو قبول سکتے ہیں لیکن امریکہ کی اس موجودہ جارحیت کو برداشت کرنے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں۔ تعلقات توڑ دو، سفارتی تعلقات توڑ دو، تجارتی تعلقات توڑ دو، تمام تعلقات امریکہ اور امریکہ نواز لوگوں سے توڑ دو۔ اس وقت تک توڑ دو جب تک امریکہ یہ اعلان نہ کرے کہ ہم اسرائیل کی حمایت نہیں کرتے۔ اور امریکہ اسرائیل کی حمایت اگر چھوڑ دے تو اسرائیل کیا چیز ہے۔ ایک دن میں اس کو فنا کیا جا سکتا ہے، کوئی مشکل مسئلہ نہیں۔

تو غرض یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ پر شدید احتجاج کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

ثمرات الاوراق

(مسلسل)

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہ

حق گوئی

ایک دن کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور کے چہرہ پر مکھی بیٹھی۔ اس نے اُڑا دی۔ مکھی حسب عادت پھر آن بیٹھی۔ خلیفہ نے پھر اڑا دی۔ بغرض کئی دفعہ یہی اتفاق ہوا۔ آخر خلیفہ نے جھلا کر ابن سلیمان مشہور مفسر سے پوچھا کہ مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ اس عالم ربانی نے فرمایا کہ متکبروں کا غرور توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مکھی پیدا کی۔ فقط

(ماخوذ از علماء سلف ص۷۵)

(مولفہ مولانا شیروانی)

فاروق اعظم پر قرآن کا اثر

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾

(سورۃ اعراف)

ترجمہ: عادت کر درگزر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اس سے زیادہ کوئی آیت اخلاق کی جامع نہیں۔ (روح المعانی)

حضرت مولانا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں لوگوں کے ساتھ تسامح اور شفقت کے برتاؤ کی اور جاہلوں کے ساتھ حلم سے پیش آنے کی تعلیم ہے۔

صحیح بخاری میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں عیینہ ابن حصین مدینہ میں آیا اور اپنے بھتیجا حُر بن قیس رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا۔ حضرت حُر بن قیس رضی اللہ عنہ ان اہل علم حضرات میں سے تھے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے حُر بن قیس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم امیر المومنین کے مقرب ہو میرے لیے ان سے ملاقات کا کوئی وقت لے لیجئے۔ حُر بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ میرا چچا عیینہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے اجازت دے دی۔ لیکن عیینہ نے مجلس فاروقی میں پہنچ کر نہایت غیر مہذب اور بھدی گفتگو کی کہ نہ آپ ہمیں ہمارا پورا حق دیتے ہیں نہ ہمارے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس انداز گفتگو سے غصہ آیا۔ تو حُر بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين ﴿۱۹۹﴾

اور یہ شخص بھی جاہلین میں سے ہے۔ یہ آیت سنتے ہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سارا غصہ دور ہو گیا اور اس کو کچھ نہیں کہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ عادت مشہور و معروف تھی کہ قرآن مجید کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ (انتہیٰ)

قرآن مجید کی حفاظت و صداقت کے متعلق ایک واقعہ

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (سورہ حجر آیت ۹)

کے تحت ایک واقعہ امیر المومنین مامون کے دربار کا نقل کیا ہے۔ کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث مباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے۔ جس میں اہل علم کو آنے کی اجازت تھی۔ ایسے ہی ایک مذاکرہ میں یہودی بھی آگیا۔ جو شکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا۔ پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح و بلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو مامون نے اس کو بلا کر کہا، کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا۔ مامون نے کہا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔ اس نے کہا میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بات ختم ہو گئی۔ یہ شخص چلا گیا۔ پھر

ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہوکر آیا اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی پر بہترین تقریر کی۔ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو گذشتہ سال آیا تھا؟ جواب دیا ہاں میں وہی شخص ہوں۔ مامون نے پوچھا کہ اس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے کہا، جب یہاں سے واپس گیا تو میں نے مذاہب کی تحقیق کا ارادہ کیا۔ میں ایک خوش نویس آدمی ہوں کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت سے فروخت ہوجاتی ہیں۔ میں نے بطور امتحان تین نسخے تورات کے لکھے۔ جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی ان نسخوں کو یہودیوں نے بڑی رغبت اور محبت سے خرید لیا۔ پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ لکھے۔ عیسائیوں نے بھی بڑی قدر و منزلت کے ساتھ مجھ سے خرید لیے۔ پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا۔ تین نسخے قرآن مجید کے فروخت کرنے کے لیے نکلا تو جس کے پاس گیا اس نے غور سے دیکھا کہ یہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ جب اس کو کمی بیشی نظر آئی تو اس نے خریدنے سے انکار کر دیا اور نسخہ واپس کر دیا

اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے۔ اس لیے مسلمان ہوگیا قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی۔ وہاں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو یہ قصہ ان کو سنایا۔ انھوں نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ قرآن کی کون سی آیت میں تو فرمایا کہ قرآن عظیم نے جہاں تورات و انجیل کا ذکر کیا ہے۔ اس میں تو فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ

یعنی یہود و نصاریٰ کو کتاب اللہ تورات و انجیل کی ذمہ داری سونپی گئی۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب یہود و نصاریٰ نے فریضہ حفاظت ادا نہ کیا۔ تو یہ کتابیں محرف ہوکر ضائع ہوگئیں۔ بخلاف قرآن مجید کے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت خود فرمائی۔ تو دشمنوں کی ہزاروں کوششوں کے باوجود اس کے ایک نقطہ اور ایک زیر و زبر میں فرق نہ آسکا۔ (معارف القرآن)

علامہ واقدی سے ایک عیسائی عالم کا مناظرہ

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (سورہ نساء آیت ۱۷۱)

ترجمہ: بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے۔ وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے۔ جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے، اس کے ہاں کی۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس آیت کے تحت اپنی تفسیر روح المعانی میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک عیسائی طبیب نے حضرت علی بن الحسین واقدی سے مناظرہ کیا اور ان سے کہا کہ تمھاری کتاب میں ایسا لفظ موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جزء ہیں اور دلیل میں مندرجہ بالا آیت پڑھی جس میں روح منہ الفاظ ہیں۔ علامہ واقدی نے اس کے جواب میں دوسری آیت پڑھ دی۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اس سب کو اس نے اپنی جانب یعنی اپنے حکم سے تمھارے کام میں لگا رکھا ہے۔ (الجاثیہ آیت ۱۳)

فرمایا اگر مِنْهُ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا جزء ہیں۔ تو اس آیت کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا جزء ہے؟

یہ جواب سن کر عیسائی لاجواب ہوا اور مسلمان ہوگیا۔ ہارون الرشید علامہ واقدی کے اس استدلال سے بہت خوش ہوا اور علامہ کو انعام و اکرام سے نوازا۔

آیات قرآنی سے گفتگو
کرنے والی خدا ترس خاتون

حضرت عبد اللہ بن مبارک ایک مشہور و معروف امام حدیث اور جلیل القدر محدث گزرے ہیں۔ ان کے باپ مبارک ابتدا میں ایک ترکی تاجر کے غلام تھے۔ جنھیں ان کے آقا نے باغ کا دربان مقرر کیا تھا۔ ایک دن آقا نے کسی ضرورت پر مبارک سے ایک کھٹا انار لانے کو کہا۔ جب وہ انار توڑ لائے اور مالک نے چکھا تو وہ میٹھا نکلا۔ آقا نے برافروختہ ہوکر کہا۔ میاں مبارک تمھیں میرے باغ کی دربانی کرتے ہوئے عرصہ ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تمھیں میٹھے اور کھٹے انار میں تمیز نہ ہوئی۔ یہ سن کر مبارک نے جواب دیا، حضور آپ نے مجھے باغ کا دربان مقرر کیا ہے۔ باغ کے پھل توڑ کر کھانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ پھر میں کیسے خیانت اور چوری کا ارتکاب کر سکتا تھا۔ جب آقا

یہ سنا تو آقا خوشی سے اچھل پڑا اور مبارک کی اس دیانت و پرہیزگاری سے بے حد متاثر ہوا۔ اس ترکی تاجر کی ایک دوشیزہ لڑکی تھی جس کی شادی کے بارے میں مبارک سے مشورہ کیا کہ لڑکی کا عقد کہاں کیا جائے مبارک نے اپنے آقا سے کہا کہ شادی کے سلسلہ میں چار امور دیکھے جاتے ہیں۔ حسب ونسب، مال ودولت، حسن وجمال اور دین وتقویٰ، مبارک ہے وہ شخص جو سب سے پہلے دین وتقویٰ کو دیکھے، چاہے دوسری باتیں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ یہ سن کر آقا کے دل میں مبارک کی وقعت اور بڑھ گئی۔ پھر اس نے اپنی لڑکی کا عقد مبارک ہی سے کر دیا۔ جس کے بطن سے محدثِ کبیر امام عبداللہ پیدا ہوئے۔ چونکہ مبارک کو اپنے فرزند کی تعلیم وتربیت کا موقع نہ مل سکا تھا۔ اس عبداللہ کی زندگی اپنے باپ کے طریقہ سے ہٹی ہوئی تھی اور اپنے عنفوان شباب میں عیش ونشاط کے مرہونِ منت ہو گئے۔ ہمیشہ بزم سرود آراستہ رہتی تھی۔ اور وہ اپنے یارانِ بداندیش کے ساتھ چنگ ورباب کے نغمہائے ہوش ربا میں مست رہتے تھے۔ ایک دن توفیق الٰہی جو ان کے شامل حال ہوئی تو یہ عجیب وغریب واپس آیا اور عبداللہ ستار بجانے بیٹھے تو اس کے تار خراب ہو گئے اور زخمہ زنی کے باوجود کوئی نغمہ اس سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔ کئی بار ستار کو ٹھیک کیا گیا۔ لیکن صدائے پرنخواست کوئی ہلکی سی آواز بھی اس میں سے نہ نکلی اور جب عبداللہ نے جھنجلا کر اسے زمین پر پٹک دیا تو اچانک اس وقت غیب سے یہ آواز سنائی دی: الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔

کیا اہل ایمان کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد میں جھک پڑتے، اور جو حق اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کو قبول کر کے اپنی زندگی میں ایک انقلاب ڈال لیتے۔ اس سریلی آواز میں کچھ اثر و سوز وگداز تھا کہ اسی وقت عبداللہ کے دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا اور انھوں نے چنگ ورباب کو توڑ دیا۔ پھر بزم وسرود سے دامن جھٹک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حصولِ تعلیم کی غرض سے وطن چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ حسنِ اتفاق سے انھیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے یگانہ روزگار اساتذہ اکتسابِ فیض کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ جس کی بدولت وہ خود بھی آسمان علم وہنر کے مہرِ عالم تاب بن گئے۔ علم حدیث میں انھیں درجۂ کمال حاصل ہوا۔ ان کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر سال پابندی سے حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تھے اور خود خرچ دے کر اور بھی بہت سے ادیبوں کو اپنے ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حسب دستور حج سے مشرف ہونے کے بعد وہ تنہا اپنے وطن واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک اور اس بڑھیا میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ جو بے حد دلچسپ اور اثر انگیز ہے:

عبداللہ بن مبارک: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تم پر اللہ کی رحمت وبرکت ہو۔

خاتون: — سلام قولاً من رب الرحیم۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام پیش کیا جا رہا ہے۔

عبداللہ بن مبارک: اے بےکس عورت خدا تم پر رحم کرے۔ اس سنسان بیابان میں تم اکیلی کیا کر رہی ہو، کہاں سے آ رہی ہو، جانا کدھر ہے اور یہاں رکنے کی کیا وجہ ہے؟

خاتون: — ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔ جسے اللہ گمراہ کر دے کوئی اُسے راہ بتانے والا نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک اپنی غیر معمولی ذہانت سے سمجھ گئے کہ بیچاری راہ بھٹک گئی ہے اور اللہ پر بھروسہ کیے یہاں بیٹھی ہوئی ہے چنانچہ انھوں نے نہایت ہی ہمدردی سے پوچھا مائی تم یہاں کیا کر رہی ہو، اور کس غرض سے صحرا میں بیٹھی ہوئی ہو۔

خاتون — سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

عبداللہ بن مبارک تاڑ گئے کہ وہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو چکی ہے اور اب بیت المقدس کی زیارت کے لیے جانا چاہتی ہے پھر انھوں نے عورت سے دریافت کیا۔ مائی تم یہاں کتنے دن سے ٹھہری ہوئی ہو اور اب تمھارا مقصد ومنشا کیا ہے۔

خاتون: — ثلاث لیال سویا۔ برابر تین راتوں سے۔ مطلب یہ کہ یہاں آئے ہوئے تین دن ہو رہے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک نے پھر پوچھا، مائی تمھارے پاس کوئی کھانا وغیرہ نظر نہیں آتا۔ آخر تم کھاتی کیا رہی ہو اور گذارہ کس طرح کرتی رہی ہو، بھوک پیاس سے بڑی تکلیف ہوتی ہوگی تمھیں!

خاتون: — ھو یطعمنی ویسقین، وہ اللہ مجھے غیب سے کھلاتا پلاتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک: تمھارے آس پاس یہاں کہیں بھی پانی تو نہیں ہے۔ تم وضو کس چیز سے کیا کرتی ہو۔ نماز تو تم سے کبھی چھوٹی نہ ہوگی۔ لیکن وضو کا اہتمام کس طرح ہوتا ہے۔

خاتون: — فان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیبا، اگر تمھیں

وضو کرنے کے لیے پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی پر تیمم کر لیا کرو، کہ وہی تمہارے لیے وضو کا بدل ہے۔

عبداللہ بن مبارک :- میرے پاس کچھ کھانا موجود ہے کوئی حرج نہ ہو تو میں دے دوں اور مجھے بڑی مسرت ہوگی اگر تم یہ کھانا تناول کرو اور اللہ کے نزدیک مجھے اجر و ثواب دلوا دو۔

خاتون : ثم اتموا الصیام الی اللیل ، پھر رات تک اپنے روزے پورے کرو۔

عبداللہ بن مبارک : اپنے فہم و روایت سے سمجھ گئے کہ وہ روزے سے ہے اسی لیے کھانا نہیں چاہتی۔ پھر پوچھا یہ رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ پھر کیوں تم نے روزہ رکھا ہے!

خاتون : ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم ، اور جو شخص بھی بھلائی کرے گا۔ اللہ اس کی قدر کرتا ہے اور جانتا ہے یعنی فرض کے علاوہ بھی تو نفل روزے رکھے جا سکتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک نے جان لیا کہ اس نے نفل روزہ رکھا ہے اور دریافت کیا کہ سفر میں تو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پھر تم نے یہ مشقت کیوں کر گوارہ کی ہے گھر پہ روزہ رکھا لیا ہوتا۔

خاتون : ان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

عبداللہ بن مبارک : میں جیسے بات کرتا ہوں۔ ویسے تم گفتگو کیوں نہیں کرتی بلکہ میرے ہر سوال کا جواب آیاتِ قرآنی ہی میں دیتی ہو ، اور انسانی زبان کی طرز کا ایک لفظ بھی نہیں کر رہی ہو۔

خاتون : ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید ، انسان جو بھی بات کرتا ہے۔ اس پر نگران ایک فرشتہ مقرر ہے۔ جو اس کی بات کو نوٹ کر لیتا ہے۔ جس کا حساب اُسے خدا کے سامنے دینا پڑے گا۔

عبداللہ بن مبارک : تم کس خاندان سے تعلق رکھتی ہو اور تمہارا قبیلہ کیا ہے؟

خاتون : لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ جس بات کا تجھے علم نہیں۔ اس کے درپے نہ ہو کیونکہ کان آنکھ اور دل سب کے متعلق بازپرس ہوگی کہ اللہ کی ان عطا کردہ قوتوں اور صلاحیتوں سے صحیح کام لیا یا انھیں غلط اور بیجا مصرف میں استعمال کیا گیا اور اس طرح اللہ کی نعمتوں کی قدردانی کی بجائے ناشکری کا وطیرہ اختیار کیا۔

عبداللہ بن مبارک : مائی مجھ سے فروگذاشت ہوگئی۔ درگذر فرما دیجئے پھر ایسی بھول انشاء اللہ نہ ہوگی۔

خاتون : لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم ، آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہاری لغزش کو معاف کر دے ، اور تمہاری کوتاہیوں کو اپنے عفو و رحمت سے ڈھانپ لے۔

عبداللہ بن مبارک : تم چاہو تو میں تمھیں اپنی اونٹنی پر سوار کرا کے قافلہ تک پہونچا سکتا ہوں۔

خاتون : وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ ، تم جو نیکی اور بھلائی کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ وہ تمھیں اس کا اجر و ثواب عنایت فرمائے گا۔ مطلب یہ کہ تمہاری پیش کش منظور ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ خاتون ان کی سواری پر بیٹھ کر قافلہ تک جانے کے لیے تیار ہے۔ پھر انھوں نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور عورت سے سوار ہو جانے کو کہا۔

خاتون : قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ، مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور کسی غیر محرم کو نہ دیکھیں عبداللہ بن مبارک ذرا کنارے ہو جائیں تو سوار ہونے میں سہولت ہو جائے

یہ سن کر عبداللہ بن مبارک نے اپنی نگاہیں جھکا لیں اور ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور بڑھیا سے درخواست کی کہ وہ سوار ہو جائے۔ جب وہ اونٹنی کے قریب آئیں اور سوار ہونے لگی تو اونٹنی بدک گئی۔ جس کی وجہ سے بیچاری کا دامن پھٹ گیا جس پر اس نے کہا؛

خاتون : وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم، تمھیں جو بھی تکلیف پہونچتی ہے۔ وہ دراصل تمہارے ہی کرتوت کی سزا ہے یعنی یہ پھسل گئی ہوں تو یہ میری کسی غلطی کی سزا ہوگی۔

عبداللہ بن مبارک ؛ نے کہا مائی ذرا تم ٹھہر جاؤ میں اونٹنی کو باندھ دیتا ہوں اس کے بعد تم آسانی سے اس پر سوار ہو سکو گی اور تمھیں کوئی زحمت پیش نہ آئے گی۔

خاتون : ففہمناھا سلیمان ، ہم نے سلیمان کو بات سمجھا دی۔

اس آیت سے خاتون نے ابن مبارک کی تجویز کو سراہا تھا اور یہ کہا تھا کہ تجویز کو سلجھانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ اس میں تمہارے اپنے ذاتی کمال کو دخل ذرہ برابر بھی نہیں کہ تم اس پر اترانے لگو پھر ابن مبارک نے اونٹنی کو ایک طرف اچھی طرح باندھ دیا، اور خاتون کو سوار ہونے کی ہدایت کر دی اور خود کنارے ہٹ گئے تاکہ بڑھیا سکون و اطمینان کے ساتھ اونٹنی پر سوار ہو کر محمل میں بیٹھ سکے۔ جب بڑھیا اونٹنی پر سوار ہوگئی تو اس نے یہ آیت پڑھی؛

سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون ، پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے تابع کر دیا ، دراں حالیکہ ہم بطور خود اپنے تحت نہیں کر سکتے تھے اور ہم آخر کار اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۔

عبداللہ بن مبارک یہ آیت سن کر سمجھ گئے کہ خاتون سوار ہونی ہے ۔ وہ نگاہیں نیچی کیے ہوئے اونٹنی کے قریب آئے اور اس کی مہار تھام کر چیختے چلاتے ہوئے تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنے لگے ۔ عورت کو یہ بات ناگوار ہوئی تو اس نے کہا اور سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی ۔

خاتون : واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ، اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست کرو ۔ بھاگ دوڑ اور شور وشغب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ۔

عبداللہ بن مبارک یہ سن کر آہستہ آہستہ چلنے لگے اور اونٹنی کو تیز گام کرنے کے لیے حدی خوانی میں مصروف ہو گئے اور شعر گنگنانے لگے اور ان کے سریلے نغموں کی تانیں فضا میں گونجنے لگیں ۔

خاتون : فاقرءوا ما تیسر من القرآن ، قرآن کا جس قدر حصہ آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھو ۔ مطلب یہ کہ شعر پڑھنا مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا ۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم قرآن پڑھو ۔ خاتون کی گذارش پر عبداللہ نے قرآن ہی پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر بعد عورت سے کہا ۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا لقد اوتیت خیرا کثیرا ، مجھے بحمد اللہ خیر کثیر دیا گیا ہے ۔ مطلب یہ کہ مجھے قرآن یاد ہے اور میں اس کا بہت سا حصہ پڑھ سکتا ہوں ۔ اب آیاتِ قرآنی کے علاوہ کوئی چیز نہیں پڑھوں گا ۔

خاتون : وما یذکر الا اولوالالباب ، اور صرف عقلمند ہی قرآن سے عبرت ونصیحت حاصل کرتے ہیں ۔ یعنی عقل و دانش کا تقاضہ ہے ہی یہی کہ قرآن یاد کیا جائے ۔ اس سے نصیحت حاصل کی جائے ، اس پر عمل کیا جائے ۔ زندگی کے ہر گوشہ میں اسے برتا جائے ، اور نظامِ حیات کے سانچے میں ڈھالا جائے اور قرآن کو اپنی زندگی کا دستور اور لائحہ عمل بنا لیا جائے ۔

عبداللہ بن مبارک نے کچھ دیر گزرنے کے بعد خاتون سے دریافت کیا مائی کیا تمہارا عقد ہو چکا ہے ؟ اور تمہارے شوہر موجود ہیں اور ہیں ، تو وہ کہاں رہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں ؟

خاتون : یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم اے ایمان والو تم بلا ضرورت ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جنھیں اگر ظاہر کر دیا جائے تو وہ تمھیں بری معلوم ہوں ۔ اس آیت سے عبداللہ بن مبارک نے سمجھا کہ بڑھیا کو ان کا سوال برا معلوم ہوا ہے چنانچہ وہ خاموش ہو گئے ، اور خاتون سے اس نوع کی کوئی گفتگو نہیں کی کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک قافلہ نظر آیا ۔ جو قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوا ٹھہرا ہوا تھا ۔

عبداللہ بن مبارک نے قافلہ کو دیکھ کر بڑھیا سے پوچھا ، مائی اس قافلہ میں تمہارے کونسے عزیز اور رشتہ دار ہیں ۔ ذرا ان کی تصریح کر دیجئے تاکہ ان کو تلاش کرنے میں سہولت ہو ۔

خاتون : المال والبنون زینۃ الحیاۃ الدنیا ، مال اور اولاد حیات دنیوی کی زینت و آرائش ہیں اور ان کی بدولت دل کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے ۔

عبداللہ بن مبارک تاڑ گئے کہ قافلہ میں بڑھیا کے لڑکے موجود ہیں ۔ پھر انھوں نے اس سے دریافت کیا ، مائی موسم حج میں تمہارے لڑکے کون سا کام کرتے ہیں ۔ جو وہ قافلہ کے ساتھ رہتے ہیں اور اس سے کبھی جدا نہیں ہوتے ۔

خاتون : والنجم ہم یہتدون ، اور بہت سی نشانیاں بتائیں اور ستارے وغیرہ ، کی روشنی کے ذریعہ بھولے بھٹکے مسافر اپنی منزلِ مقصود کا راستہ پاتے ہیں ۔

عبداللہ ابن مبارک سمجھ گئے کہ بڑھیا کے لڑکے مسافروں کو راستہ بتایا کرتے ہیں ۔ پھر خیموں اور مکانوں کے پاس پہنچے اور خاتون سے پوچھا تمہارے لڑکے ان خیموں میں کھڑے ہوں گے ، ان کے نام کیا ہیں ۔ تاکہ میں ان کا پتہ چلاؤں اور ان کو بلا لاؤں ۔

خاتون : واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ ، اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا ، اور موسیٰ سے اس نے گفتگو کی اور اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو ۔ یعنی ان آیات میں جو نام مذکور ہیں وہی میرے بیٹوں کے نام ہیں ۔

عبداللہ بن مبارک نے سمجھ لیا کہ بڑھیا کے تین فرزندوں کے نام ابراہیم موسیٰ اور یحییٰ ہیں ۔ پھر انھوں نے ہر ایک کا نام لے کر بلند آواز سے پکارا تھوڑی ہی دیر میں تین خوبرو حسین وجمیل اور تن ومند نوجوان خیموں سے باہر نکل آئے اور جب ان لڑکوں نے اپنی گمشدہ ماں کو دیکھا تو ان کی مسرت کی انتہا نہ رہی اور انھوں نے ابن مبارک کا بے حد شکریہ ادا کیا جن کے ذریعہ انھیں اپنی گمشدہ ماں مل گئی تھی ۔ پھر بڑھیا نے اپنے لڑکوں کو روپیہ دے کر کھانا لانے

باقی صفحہ ۳۰ پر

کجا فطرت سلیمہ اور کجا تہذیب خبیثہ

عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ط سورہ والتین ۹۵ آیت ۴ - ۵

(ترجمہ) البتہ ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا۔ سوائے صالح مومنین کے۔

حق نے کھینچی ہے تیری تصویر اپنے ہاتھ سے۔ اس کے تناسب اعضاء کو دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے۔ پھر اس کو سمیع و بصیر بنا دیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی صفات عالیہ میں سے حصہ عطا کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ شکل و صورت سے تو پاک ہے اس کی کوئی مثل نہیں اور خالق مخلوق جیسا نہیں۔ انسان باطنی لحاظ سے ایک عجیب مجموعہ ہے۔ تمام جہان کا نمونہ ہے پھر ہم نے اس کو اس کی بری کرتوتوں کی وجہ سے نیچے کے درجہ میں پھینک دیا۔ الغرض یہ شیطان ہو گیا اور خبیثوں میں مل گیا پہلے تو فطرت سادہ تھی پھر برے کاموں سے شیطان اور بھوت ہو جاتا ہے۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ۔ سورہ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۷۰

یعنی بنی آدم کو حسن صورت، نطق، تدبیر اور عقل و حواس عنایت کئے وہ نفع و نقصان اور اچھے برے میں تمیز کرتا ہے۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے اور کپڑے، عمدہ مکانات تیار کرتا ہے اور خشکی و تری میں سفر کرتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ سورہ روم ۳۰ آیت ۳۰

ترجمہ:۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ اللہ کے بنائے کو بدلنا نہیں۔

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع ہی سے ایسی رکھی ہے اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور بندہ فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت ڈال دی ہے کہ اگر گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے اور کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔

عہد الست کے قصہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعدہٗ ماں باپ اُسے یہودی۔ نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو حنفاء پیدا کیا پھر شیاطین نے اغوا کر کے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا بہرحال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی طرف جھکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی فرق اور تبدیلی نہیں

(مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ

(بخاری۔ عن عبداللہ بن عباس)

(ترجمہ) رسول اللہؐ نے اُن مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں اور اُن خواتین پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی سی شکل و صورت بناتی ہیں۔

تشریح:۔ مسلم مرد و زن کو ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر کہ مرد عورتیں اور عورت مرد نظر آنے لگیں۔ لسان نبوت سے لعنت کے الفاظ نکلے۔

لباس کی تراش خراش اور رنگینی چمک دمک چال ڈھال، آرائش و زیبائش، مخلوط تعلیم، ملازمت و کاروبار اور ناموں کے معاملے ہیں۔ غرض زندگی کے ہر میدان میں ایک دوسرے کی نقالی کرنے کو اسلام میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

دونوں فریق کے دائرہ کار کی حد بندی کر دی گئی۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ۔

خواتین کو شمع محفل کی بجائے زینت خانہ بنا کر اُسے گھر کی مملکت کا سربراہ مقرر کیا اور آیندہ نسل کی تربیت کرنے کی طرف پوری توجہ مبذول کرنے کی ہدایت کی۔ دوسری جانب مرد کو بیرون خانہ کے امور کا نگران مقرر کر کے گھر یلو

ضرورت کی تمام اشیاء کو فراہم کرنا اور نظام سلطنت اور اصلاح معاشرہ کے لیے ضروری تدابیر اختیار کرنا اس کی ذمہ داری ٹھہرائی۔

خواتین کا اپنی اصل ذمہ داریوں کو ترک کر کے تعلیم و تجارت اور ملازمت کی غرض سے گھر سے باہر نکلنے کو نظام معاشرت میں فساد کا سبب قرار دیا مخلوط سوسائٹی میں جہاں مرد اور عورتیں آزاد پھریں اور زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کے ساتھ کام کریں وہاں اخلاق بگڑنے سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں یہ صورتِ حال جتنی بڑھتی جاتی ہے جنسی جرائم بھی بڑھ رہے ہیں اور ان کی خبریں آئے دن آپ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں اسی واسطے اسلام نے عورت کو پردہ کا حکم دیا۔

دراصل یہ سب باتیں اسلامی تعلیمات سے روگردانی اور خواتین کو تعلیم ہی کی غرض سے باہر نکال دینے کے نتائج ہیں۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا (النسائی۔ عن علیؓ)

(ترجمہ) رسول اللہؐ نے عورتوں کو سر کے بالوں میں تخفف کرانے سے حکماً منع کیا ہے۔

سر کے بالوں میں مردانہ وضع قطع اختیار کرنے، ان میں تخفف کرنے یا جڑ ہی سے ختم کر دینے سے نہ صرف عورت کی شرافت مجروح ہوتی ہے اور نسوانیت کا حسن جاتا رہتا ہے بلکہ نبی کریمؐ کے حکم کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے۔

مساوات کا یہ تصور، اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ قدرت کی نظر میں تخلیق نساء کا جو منشاء رہا ہے وہ تو اسے ہر صورت میں پورا کرنا ہوگا۔ اس سے کسی صورت میں فرار ممکن نہیں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (بخاری۔ مسلم۔ عن ابی موسیٰ اشعری)

(ترجمہ) آدمی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے۔

انسان جن لوگوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا اور طرز بود و باش کو اختیار کرتا ہے۔ جن لوگوں کی تہذیب و ثقافت کو اپناتا ہے اور ان کی زبان میں گفتگو کرنا، لکھنا اور پڑھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتا ہے۔ جن کے لباس کو پہنکر وہ اپنے آپکو مہذب شمار کرتا ہے۔ فکر و نظر میں بھی ان سے علیحدگی گوارا نہیں کرتا اور بالکل ان ہی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ ایسا شخص اسی قوم کے افراد میں شمار کیا جاتا ہے جس قوم کی نقالی کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اسے ان ہی لوگوں کی رفاقت میسر آتی ہے۔

یہ فرنگی کا ڈیڑھ سو سالہ حکومت کا اثر ہے کہ لوگ مغرب کی تہذیب و تمدن سے اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ وہ بے حیائی، لباس، طرز معاشرت میں ان کی کورانہ تقلید کرتے ہیں۔ عورتیں مردوں کا لباس اور مرد عورتوں کا لباس پہنکر خوش ہوتے ہیں اور کلام و طعام، گفتگو اور چال ڈھال میں ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ وہ لوگ جاتے جاتے اپنے اثرات بد چھوڑ گئے ہیں شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ وہ ان کو سبز باغ دکھاتا ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه

(۳۳ – ۳۳) سورہ احزاب

(ترجمہ) اور تم گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حدودِ مرد و زن بیان فرمائے ہیں مردوں کا دائرہ کار بیرونِ خانہ اور عورتوں کا دائرہ عمل اندرونِ خانہ قرار دیکر مرد و زن کے درمیان جو حقیقی مساوات، اسلام نے قائم کی ہے دوسرا کوئی مذہب اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ملازمت اور کاروبار اور تعلیم و تدریس میں مساوات کا نعرہ ان لوگوں کے ذہن کی پیداوار ہے جو مغربیت سے حد درجہ مرعوب ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی اپنے ہاں بھی وہی طریقے رواج دینے کی فکر میں ہیں جن سے اب خود اہل مغرب تنگ آچکے ہیں۔ اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں ہیں مگر یہ گلے کا ہار ہو کر چمٹ گئے ہیں اور کسی طرح ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

اسلام نے مرد و زن کے درمیان حقیقی مساوات قائم کر کے معاشرے کو ہر طرح کے بگاڑ و فساد سے محفوظ رکھا ہے عورتوں کو گھروں میں جم کر بیٹھے رہنے کی تاکید فرمائی۔ اس امر کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوگا کہ حج جیسی فرض عبادت کے لیے بھی اکیلے سفر کرنے کی ممانعت فرما دی۔

اللہ تعالیٰ نے پردے کو معیار شرافت اور زن فاحشہ اور خاتون خانہ کے درمیان مابہ الامتیاز شئے قرار دیکر ہر مسلم خاتون کو سر سے لیکر پاؤں تک تمام اعضا ہر حالت میں ڈھانپے رکھنے کا حکم دیا اور بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلنے کو حرام ٹھہرایا۔ عورت گھر کے اندر رہ کر پوری یکسوئی سے اپنے فرائض انجام دے اور کسی قسم کی ملازمت سے کوئی سروکار نہ رکھے معاشرہ کی سلامتی اور اس کا سکون اسی پر مبنی ہے۔ آج کا معاشرہ جس اخلاقی بے راہ روی میں مبتلا نظر آتا ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ عورتیں گھروں سے باہر بازاروں میں خرید و فروخت کرتی ہیں اور اپنی نمائش کرتی نظر

آتی ہیں۔ ناچ رنگ کی، کلبوں اور سینماؤں میں جاتی ہیں اور ٹیلیویژن دیکھتی ہیں۔ عورتیں اپنے عظیم منصب کو چراغِ خانہ کی بجائے شمعِ محفل بننے کو ترجیح دیتی ہیں اپنے چہروں پر سرخی اور غازہ کی تہیں چڑھا کر اور چست لباس پہن کر، جو جسم کے ایک ایک خط کو نمایاں کرتا ہوا اپنے ذوقِ نمود و نمائش کی تسکین کی غرض سے گھروں سے نکلتی بازاروں۔ دکانوں اور عشرت گاہوں میں قدم رکھتی ہیں۔

تو معاشرہ کا سارا نظام بگڑ جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خون ریزی کے واقعات عام طور پر ظہور میں آنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظاہر و باطن اور خفی و جلی قسم کی ان تمام بے حیائیوں کے پاس پھٹکنے سے منع فرمایا ہے۔ عقل اور تدبر سے کام لو۔ رسوائی کا جو داغ تمہاری پیشانی پر لگ جائے گا پھر مٹ نہ سکے گا۔ اس وقت سوائے حسرت و افسوس کے اور کچھ نہ ہو سکے گا۔

پردہ معیارِ شرافت اور خواتین کی عفت و عصمت اور غیرت و ناموس کا محافظ ہے۔ ارشادِ الٰہی کے مطابق رذیل اور شریف یا گھریلو اور زنانِ بازاری میں پردہ ہی امتیاز کا سبب ہے۔ موجودہ دور کے حالات اور واقعات کو دیکھتے ہوئے یہی کہنا پڑتا ہے۔

نہ کیوں حیرت ہو یارب، وہ زمانہ آگیا ناقص
حیا ڈھونڈھے نہیں ملتی برائے نام سو سو کوس

الاکلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته الخ

(بخاری و مسلم۔ عن ابن عمرؓ)

(ترجمہ) تم میں سے ہر شخص راعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا تم سب لوگ نگران ہو اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

معاشرہ کی تطہیر نہایت ضروری ہے۔ ملت کا ہر فرد اپنے فرائض کو پہچانے اور انہیں صحیح طریقہ سے بجالانے کا اہتمام کرے۔ اس کے بغیر اصلاحِ معاشرہ ناممکن ہے۔

اسلامی مملکت کے سربراہ کا [illegible] نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک سے ان تمام اخلاقی و معاشرتی قوانین اور ضوابط کو معطل کر دے جن میں حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی دوسری ذات کو منتقل کی گئی ہے۔

اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں ہر مسلم مرد و زن کو اپنے فرض سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ افرادِ خانہ کو اسلامی معاشرہ کے لیے مفید بنانا ان کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ عورت کو بھی اس ذمہ داری میں برابر کا شریک ٹھہرایا گیا ہے۔

مسلط ہے فضائے دہر پہ تاریکیٔ باطل
تو نورِ حق ہے کر اطرافِ عالم میں ضیا باری

بقیہ: انتخاب لاجواب

کی ہدایت اس آیت قرآنی سے کر دی۔

خاتون: فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینة فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیأتکم برزق منه (تم کسی کو روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ دیکھ بھال کر پاکیزہ اور صاف ستھرا کھانا لیتا آئے تاکہ ہم اپنے معزز مہمان کو کھلا کر بھیجیں)

ان میں سے ایک لڑکا جا کر کھانا لایا اور سب نے مل کر کھانا میرے سامنے دسترخوان پر چن دیا پھر بڑھیا نے مجھے کھانے سے فارغ ہو لینے کی درخواست اس آیت سے دی۔

خاتون: کلوا واشربوا ھنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیة۔ تم نے گذشتہ دنوں میں جو نیک کام کیے۔ اس کے صلہ میں خوب سیر ہو کر کھاؤ اور پیو اور آسودہ اور سیراب ہو کر خدا کا شکر بجالاؤ۔ عبداللہ بن مبارک نے لڑکوں سے کہا کہ میں اس وقت کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جب تک تم مجھے اس پر اسرار خاتون کے حالات نہ بتاؤ اور اس کی آیات قرآنی میں گفتگو کی وجہ نہ بتاؤ؟ لڑکوں نے جواب دیا حضرت یہ خاتون ہماری والدہ محترمہ ہے۔ چالیس سال سے انھوں نے التزام کر لیا ہے کہ سوائے آیات قرآنی کے کوئی کلمہ وہ اپنی زبان سے نہیں نکالتی۔ کیونکہ انھیں اندیشہ ہے کہ اگر وہ کوئی دوسری بات کریں گی تو ممکن ہے کبھی ان سے لغزش ہو جائے جو خدا کی ناراضی کا موجب بن جائے۔ چنانچہ وہ چالیس سال سے برابر آیات قرآنی ہی میں گفتگو فرمایا کرتی ہیں۔ یہ حقیقت میں اللہ کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے کہ اس نے ہماری ماں کو قرآن ہی کے ذریعے گفتگو کرنے کی طاقت بخشی ہے۔ ورنہ یہ کسی شخص کے اپنے بس کی بات تو نہیں ہے اور ہم بڑے ہی خوش نصیب ہیں کہ ہمیں ایک ایسی خدا ترس ماں کی آغوشِ شفقت ملی ہے۔ یہ کیفیت معلوم کر کے عبداللہ بن مبارک کا تعجب اور بھی بڑھ گیا، اور انھوں نے کہا،

ذالك فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"

پھر عبداللہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے وطن تشریف لے گئے۔

"سائنس"

جو کبھی رحمت تھی آج زحمت بن چکی ہے

سالاری سابق ہیڈ ماسٹر مڈل سکول فاروق نگر ضلع شیخوپورہ

زندگی پھولوں کی سیج نہیں۔ حضرت آدم نے کرۂ ارض پر آ کر جو سختیاں جھیلی اور مصیبتیں برداشت کیں ہیں ان کی کہانی بہت طویل ہے۔ وہ کرۂ ارض پر تنہا آیا تھا۔ کوئی کپڑا اور خوراک ساتھ نہ لایا تھا۔ اس نے خوراک کے لیے جہاد کیا اور کامیاب ہوا۔ اس نے حصول کپڑا کے لیے مسلسل کوشش کی اور کامیاب ہوا۔ بہرحال وہ زندگی کی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرتا، بڑھتا اور ترقی کرتا گیا۔ اس نے اپنے آرام کے لیئے جانوروں کو سدھایا۔ ان کی مدد سے زمینوں کو جوتا، خوراک کو پیدا کیا، یہاں تک کہ اس نے نئی دنیا معلوم کی اور متعدد چیزیں بنا ڈالیں ۱۹۲۳ء میں خوردبین ۱۷۲۴ء میں دوربین ۱۸۲۱ء میں ریل کار کا انجن ۱۸۳۴ء میں ٹیلیگراف ۱۸۷۶ء میں ٹیلی فون اور ۱۸۹۹ء میں ریڈیو سیٹ بنا ڈالے۔ یہ سب کچھ کیا اور اپنی کوششوں اور کاوشوں کیا زمین پر ریلیں چلا دیں۔ پانی میں جہاز تیرا دیئے اور ہوا میں طیارے اڑا دیئے۔ مگر سائنس ابھی قانع نہ تھی۔ وہ بڑھتی اور قوت پکڑتی گئی۔ اور یہاں تک کہ زندگی کے مسائل ہی یکسر بدل کر رکھ دیئے۔ اور انسان سائنس کو سلام کرنے لگا۔ ۱۸ ویں صدی کا دور ختم ہوا۔

۱۹ ویں صدی کا دور کچھ اس انداز سے آیا کہ زندگی پر بربادیاں اور پریشانیاں چھا گئیں۔ دو عظیم جنگیں ہوئیں۔ جن میں لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ ہزاروں عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ ہزاروں بچے یتیم ہو گئے۔ ہزاروں ماں باپ نورِ نظر کھو بیٹھے۔ الغرض کہ ایک کہرام مچ گیا اور فضاؤں سے آہوں اور نالوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک عجیب عالم تھا۔ سسکیاں اور سسکیاں تھیں۔ ان کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا۔ ابھی یہی لیل و نہار تھے کہ سائنس نے ایک قدم اور اٹھایا، مادے کو بجلی کی طاقت میں ڈھال دیا، اور ۱۹۴۲ء میں ایٹم بم بنا ڈالے۔ جن کا تجربہ "ہیروشیما اور ناگاساکی" کی بستیوں پر ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ لاشیں ہواؤں میں بکھر رہی تھیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کی عمارتوں کی اینٹیں فضاؤں میں اڑ رہی تھیں۔ اور انسانیت خون کے آنسو رو رہی تھی۔ ہائے یہ کیا ہوا۔ ہائے سائنس نے یہ کیا کیا۔

آج ایٹم بم، راکٹ، جیٹ طیارے، ٹیلی ویژن فروغ پاتے جا رہے ہیں اور نہیں معلوم کہ کل کا سورج کیا خبر لے کر نمودار ہو، آج کی دنیا کو اس دورِ جدید کی سائنس نے کہاں دیا ہے۔ یہ ایک عام سوال ہے۔ جو ہر شخص پوچھ رہا ہے۔

سنو!۔

"ہولناک پریشانیاں، خطرناک تباہیاں اور عظیم الشان بربادیاں"

ہائے زندگی بے مزہ ہے۔ لرزاں ہے اور ترساں ہے۔ اس ایٹمی ایجاد سے زندگی کے چہرے اتر گئے ہیں اور مایوسیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ موت کے تصور نے زندگی سے سکون چھین لیا ہے۔ ہائے سائنس کبھی تیری کار فرمائیاں باعثِ رحمت تھیں اور آج تیری کارستانیاں باعثِ زحمت اور لعنت ہے۔ آج جنگوں کا پہلے والا انداز نہیں رہا۔

سنیئے!۔

یہ ٹینک لے کے آئے۔ وہ توپ لے کے آئے۔

دونوں نے اپنے اپنے مورچے بنا لئے۔

میزائل اس طرف ہیں۔ بمبار اس طرف ہیں۔

دو چار اس طرف ہیں، دو چار اس طرف ہیں۔

بس اب بگل بجے گا اعلانِ جنگ ہو گا۔

ایسی لڑائی ہو گی میدان تنگ ہو گا

جرنیل جو بنے ہیں، مر جائیں گے دونوں

نعرے ہیں اب اگر پھر اڑن اڑن کریں گے دونوں

ایٹمی جنگی تیاریاں واضح طور پر بتا رہی ہیں۔ کہ یہ سرزمین جو ۱۸ ویں صدی میں کبھی جنت نشان بنی تھی۔ ۱۹ ویں صدی کے آخر تک مٹی کا ایک ڈھیر اور راکھ کا ایک تودہ بننے والی ہے۔

یہاں کبھی امن تھا۔ آج بے چینی ہے۔ لوٹ مار، قتل و غارتگری اور ہائے گرانی کا شور ہے۔

کبھی جنگوں سے ایک مخصوص علاقہ متاثر ہوتا تھا اور آج تمام

دنیا تماشہ ہے۔ بچے بچے، جوان، بوڑھا، جوان مرد اور عورت پریشان ہے کہ ایک ایٹم بم تمام دنیا کو تباہ کر سکتا ہے۔

اگر موجودہ سائنس سے صلاحیتوں کی روشنی جاتی رہے تو ...

اس روشنی کے گم ہو جانے پر تباہی ہو سکتی ہیں پیش قدمی کرکے دنیا کو چمک سے اڑا دیں گی۔ دنیا کے انسانو اٹھو اس تباہ کن ایٹم بم کو دفن کرنے کے لیے اٹھو اور اس وقت تک چین نہ لو جب تک یہ ایٹم بم گہرے گڑھے میں دفن نہ ہو جائے۔ ۱۸ویں صدی تک سائنس کا مقصد رحمت ہی تھا۔ ۱۹ویں صدی سے اس کا مقصد تباہی، بربادی، اور موت ہو گیا ہے۔

احساس کی پلکوں پہ لرزتے ہیں ستارے
تم عزم کا ایوان سجاؤ کہ سجا دو۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

اسرائیل کے خلاف اپنی فوجی طاقت استعمال کرے اور اسرائیل نواز ملکوں کے ساتھ اپنے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کر دے۔ یہ میری ایک قرارداد ہے۔ آپ اس کو قبول کرتے ہیں۔

(نعرہ تکبیر بلند ہو رہے ہیں)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اقوالِ زریں

- خریدنا چاہتے ہو تو عاقبت کا سودا خریدو۔
- جینا چاہتے ہو تو دوسروں کے لیے جیو۔
- دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے عیبوں کو دیکھو۔
- انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے۔
- حقیقت کسی انکار یا اقرار کی محتاج نہیں۔
- دوسروں کے ان عیوب کی تشہیر نہ کرو جن پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہو (حضرت علیؓ)
- جب کوئی شخص اپنی خواہشات پر قابو پا لیتا ہے تو اس کا کھانا پینا بھی عبادت بن جاتا ہے (گنج بخشؒ)
- جس فعل سے شرمندگی اٹھانی پڑے اس سے پرہیز کرو۔
- ڈرنا چاہتے ہو تو اللہ کے غیض و غضب سے ڈرو۔

بے خبر تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

ہم سب کی آنکھیں تم پہ لگی ہوئی ہیں — ہمیں
مایوس نہ کرنا ! (حیاتِ اجمل صفحہ ۲۵۶)

بقیہ : شذرہ

آئیں جو افسوسناک بھی تھیں اور تشویشناک بھی۔ لیکن مقام مسرت ہے کہ ان عزیزوں نے اپنے مسائل کے حل کے لیے اپنے اکابر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو انہوں نے حالات دیکھ کر اور واقعات سن کر روٹھے ہوؤں کو گلے ملایا۔ مستقبل کے لیے سات رکنی کنوینگ باڈی بنائی۔ جس کے صدر اسلوب قریشی اور سیکرٹری محمد عارف میاں قرار پائے اور علماء حق کی نمائندہ تنظیم جمعیۃ علماء اسلام براہِ راست سرپرست قرار پائی۔

خوشی ہے کہ طالب علم برادری نے اپنے بزرگوں کے اس فیصلے کو بصد احترام قبول کیا اور اس کے مطابق آئندہ سفر شروع کر دیا ہے۔ اس مرحلہ پر حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی عظیم علمی یادگار جامعہ ملیہ دہلی کے پہلے جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر شیخ مرحوم کے عزیز روحانی فرزند حکیم اجمل خاں مرحوم کی تقریر کا ایک ٹکڑا پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ محض اس لیے کہ یہ طالب علم بھی اسی مشن کے وارث ہیں۔ اور ان سے ہمیں بھی وہی توقعات ہیں جو ان کو تھیں۔

"وہ سمجھ لیں کہ وہ دنیا میں ایک خادم اور داعی کی حیثیت سے داخل ہو رہے ہیں اور کسی گروہ یا فرقہ کی خدمت کے لیے نہیں بلکہ نوعِ انسانی کی خدمت کے لیے۔ کیونکہ وہ اس تعلیم کے حامل ہیں جو دنیا سے نسل و نسب کے امتیازات مٹانے اور انسان کے "سرداروں" کو "گرد و طن" سے پاک کرنے کے لیے آئی تھی۔ وہ اپنے کو حقیر اور بے یار و مددگار نہ سمجھیں کیونکہ وہ اس پیغام کے ایلچی ہیں جو دنیا کے دکھوں کا حقیقی درماں ہے۔"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۷۴ | ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور | ٹیلیفون نمبر ۶۰۵۲۵

مقالہ خصوصی

سرداری نظام کا خاتمہ ہوگیا!

وزیر اعظم پاکستان نے گزشتہ دنوں اپنے دورِ اقتدار کا اندرونِ ملک صوبہ بلوچستان کا جو طویل ترین دورہ کیا اس کی آخری کڑی کوئٹہ میں ایک جلسۂ عام سے خطاب تھا۔

جلسہ حکمران پارٹی کی "روایتی سج دھج" سے منعقد ہوا اور اس میں چیئرمین نے روایتی انداز سے تقریر کی۔ تقریر میں دو باتیں زیادہ اہم تھیں۔ ایک تو سرداری نظام کے خاتمہ کا اعلان اور دوسری نیپ کے لیڈروں پر غصہ!

جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے اس پر کسی تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا ہماری قومی زندگی کا لازمہ بن چکا ہے ہر برسرِ اقتدار اپنے سوا باقی سب کو گردن زدنی سمجھتا ہے۔ اور آج کے دور میں یہ روایت کچھ زیادہ ہی مضبوط ہو چکی ہے۔ اس بے کسی تبصرہ کے بغیر ہم صرف یہ کہیں گے کہ سب کو اس آخری عدالت کا انتظار کرنا چاہیے جس کے فیصلے آخری ہوں گے اور جن کے خلاف کسی دوسری جگہ اپیل نہ ہو سکے گی۔

البتہ جہاں تک سرداری نظام کا تعلق ہے اس پر مختصراً عرض کرنا ضروری ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ نظام ایک عرصہ سے ملک میں موجود تھا اور اس میں خاصی قباحتیں موجود تھیں۔ غلام و آقا کی تمیز تھی۔ ظلم و جبر کی روایتیں اور حکایتیں تھیں۔ پھر یہ کہ انگریز سے لے کر آج تک ہر حکمران طبقہ نے (بشمول موجودہ حکمرانوں کے) اس نظام کی جڑیں اپنے اپنے طور پر مضبوط ہی کرنے کی کوششیں کیں۔ حتیٰ کہ گذشتہ انتخاب میں جہاں کچھ اور رعایات پادر ہوا ثابت ہوئیں۔ وہاں سرداری نظام پر ایک طرح کی ضرب لگی۔ تاہم جو تھوڑے بہت سردار قوم سے نمائندگی کا سرٹیفکیٹ لے کر سامنے آگئے۔ ان کی اکثریت نے سرتہ ملتے ہی حالات کا رخ دیکھ کر پورے خلوص کے ساتھ اس نظام کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میری مراد جمعیۃ علماء اسلام اور نیپ کی حکومت سے ہے جس نے ایک سردار کی قیادت میں فی الفور قرارداد پاس کر کے غریبوں کے حامی اور استحصال کے دشمن "بھٹو" سے مطالبہ کیا کہ اس نظام کو ختم کر دیا جائے لیکن نہ معلوم کیا مصلحتیں تھیں کہ آں محترم نے توجہ ارزانی نہ کی اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک یہ نظام چلتا رہا بلکہ وزیر اعظم نے اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بعض سرداروں بلکہ بڑے سرداروں کی خدمات سے فائدہ بھی اٹھایا۔

اور اب یکایک اس نظام کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ایسا ہوا لیکن سوال یہ ہے کہ جنہوں نے اس نظام کے خاتمہ کے لیے سب سے پہلے آواز اٹھائی تھی ان کا شکر گزار ہونے کے بجائے انہیں لعنت ملامت کا نشانہ بنانا اور ان کی خوبی کا اعتراف نہ کرنا کہاں تک جائز ہے؟

یہ درست ہے کہ آج اختیارات کا سرچشمہ بھٹو صاحب کی ذات ہے لیکن یہ دن بدل بھی سکتے ہیں اور جب بدلیں گے تو پھر دوسرے بھی وہی کچھ کریں گے جو آج آپ کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ صورت حال آپ کے لیے تکلیف دہ ہوگی لیکن جب دوسروں کو تکالیف پہنچانا شیوہ بنا لیا جائے گا تو پھر جوابی عمل سے کیونکر آپ بچ سکیں گے۔

بھٹو صاحب کو "کریڈٹ" حاصل کرنے کا جو شوق ہے۔ وہ ظاہر و باہر ہے اور یہی شوق انہیں کبھی محافظ ختم نبوت بناتا ہے تو کبھی سرداری نظام کے خاتمہ کا تاج ان کے سر پر زیب تن کر تا ہے لیکن حقائق حقائق ہیں ان کو جھٹلانا صحیح ہے اور محض کریڈٹ حاصل کرنے کے لیے جو اقدامات کئے جاتے ہیں وہ دیرپا نہیں ہوتے۔

اگر سرداری نظام کو ہی دیکھا جائے تو نام تو ختم ہو گیا لیکن اس کی روح ہر جگہ موجود ہے۔ پنجاب و سندھ کا کون سا "سردار نما" ہے جو آنجناب کے پہلو بہ پہلو نہیں؟ ہم صرف اتنی گذارش کریں گے کہ "خلوص" کا مظاہرہ کریں اور دوسروں کے معاملہ میں توسط و اعتدال کی راہ اختیار کریں کہ اسی میں بھلا ہے۔

خلوص ۲۶ / اپریل

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے بمطبع خواجہ طارق لطیف کمبرج پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔